ABSTRACTS

The Literary contribution of Molaai Sheedai.

Rahim Daad Khan alias "Molaai Shaeedai" is a famous scholar of Sindhi language. He has done remarkable research works for the literary history of Sindh and religion. He was not only a literary figure but also an outstanding historian. His personality is very important specially for the Sindh. The list of his research work is very long. This article will have a look at his scholarly contributions .

ڈاکٹر نصر اللہ کابورو

مولائی شیدائی کی ادبی خدمات

سرزمین سندھ انسانی تاریخ وتہذیب میں قدیم روایت کی امین رہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ برصغیر پاک وہند پر لکھی جانے والی تاریخی کتب میں سندھ کے تاریخی تشخص کو اجاگر کیا گیا ہے۔ظہور اسلام کے بعد خالصتاً اسلامی علوم جیسے فقہ، فتاویٰ، تفاسیر اور تاریخ نگاری کے ضمن میں گراں قدر خدمات انجام دی گئیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔بیسویں صدی عیسوی میں یہاں متعدد علما و ادبا پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے میدانوں میں قابل ذکر کارنامے سرانجام دیے۔ان میں علامہ شبلی نعمانی، ہاشم علی خان، سید سلیمان ندوی، میر شیر علی، قانع ٹھٹھوی، میر معصوم شاہ بکھری، پیر حسام الدین شاہ راشدی اور رحیم داد خان المعروف مولائی شیدائی وغیرہم ممتاز اہمیت کے حامل ہیں۔اوّل الذکرتین شخصیات کا تعلق ہند سے جب کہ آخر الذکرتین کا تعلق سندھ سے ہے جو اب پاکستان میں شامل ہے۔ اس مقالے میں رحیم داد خان المعروف مولائی شیدائی کی فنی تاریخ نگاری کے حوالے سے خدمات کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

مولائی شیدائی بیسویں صدی کی جلیل القدر عظیم المرتبت شخصیات میں شامل ہیں۔آپ اپنے وقت کے فاضل و ادیب تھے۔ مولائی شیدائی کی سوانح پر لکھا تو بہت کچھ گیا ہے تاہم یہ مواد بکھرا ہوا ہے۔جس کی وجہ سے اہل علم حضرات بھی آپ کے علم و مرتبے سے کما حقہٗ آگاہ نہیں ہیں۔دوسری طرف آپ کے علمی کارناموں پر ایسی کوئی تحریر موجود نہیں ہے جس سے آپ کے علمی مقام کا تعین کیا جا سکے۔لہٰذا ضرورت اس امر کی تھی کہ مولائی شیدائی کی شخصیت و علمی و ادبی خدمات پر ایک تحقیقی مقالہ لکھا جائے جس کے ذریعے ان

کے کارناموں کو منظرِ عام پر لایا جاسکے اور لوگ اس سے استفادہ بھی کر سکیں۔ مقالے کے پہلے حصے میں مولائی شیدائی کا تعارف جب کہ دوسرے حصے میں تصنیف ''جنت السندھ'' کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جائے گا۔

اللھنو ربروہی، مولائی شیدائی کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ:

> ''رحیم داد خان بن شیر محمد خان بن میر رحیم داد خان بن میر محمد جمعہ خان اصل میں بلوچستان کے ایک گوٹھ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے دادا میر رحیم داد خان سندھ میں تشریف لے آئے پہلے سہون میں اس کے بعد کوٹری میں آ کر سکونت اختیار کی جہاں آپ کے والد میر شیر محمد خان کی پیدائش ہوئی۔ ۱۸۴۳ء میں انگریزوں نے سندھ فتح کیا، میر رحیم داد خان انگریزی فوج میں بھرتی ہوئے اور حوالدار کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ اس دور میں ریلوے لائن کوئٹہ تک بچھائی گئی تھی تب مولائی شیدائی کے والد شیر محمد خان محکمۂ ریلوے میں بھرتی ہو کر سکھر آ گئے، یہاں ۱۸۹۴ء کو مولائی شیدائی کی پیدائش ہوئی۔ رحیم داد مولائی شیدائی برصغیر پاک و ہند کے ایک مشہور بلند پایہ محقق اور مؤرخ کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ ان کی شخصیت خاص طور پر سرزمین سندھ کے لیے فخر کا باعث ہے، سندھی زبان، ادب اور تاریخ ان کے علمی اور ادبی کاوشوں پر جتنا ناز کرے، کم ہے مولائی شیدائی کا کہنا ہے کہ: ''اگر کوئی سمجھدار ہوتا ہے، تب وہ ایک طرف آدم شاہ کا ٹکڑا تو دوسری طرف میر معصوم شاہ کا مینارہ نظر آتا ہے ابتدا میں انھیں دو تاریخی جگہوں نے مجھ میں علم تاریخ کا شوق پیدا کیا۔''[1]

مولائی شیدائی نے ابتدا میں ہندوستان پر مقالہ جات تحریر کیے۔ علی محمد راشدی کا کہنا ہے کہ سندھ کی تاریخ پر کام کرنے کی ضرورت تھی اس لیے آپ نے سندھ کی تاریخ لکھی ہے۔[2] اس کے بعد مولائی شیدائی نے سندھ اور بلوچستان کی تاریخ کے بارے میں لکھنا شروع کیا۔[3] مولائی شیدائی نے اپنی تحقیقی خدمات کی وجہ سے ملک بھر میں خوب شہرت حاصل کی اور اپنے ہم عصر علما اور مؤرخین میں نمایاں مقام حاصل کر لیا۔

(۱)

مولائی شیدائی نے سندھی ادب کے فروغ میں قابلِ ذکر خدمات انجام دیں۔ ۱۹۳۵ء میں ملازمت کے دوران ''انجمن الاسلام'' میں ممبر شپ حاصل کی، میاں رحیم بخش اور پیر حسام الدین راشدی جنرل سیکریٹری مقرر ہوئے۔ غلام نبی، پیر کرم علی شاہ اور مولائی شیدائی خاص معاون مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں سکھر میونسپل کارپوریشن نے شہر کے لیے براڈ کاسٹنگ اسٹیشن میونسپلٹی آفس کے ایک کمرے میں کھولا، جس کے اعزازی سیکریٹری مہر الٰہی شیر ہوئے، عبدالرزاق اور مولائی شیدائی اس کے اعزازی ممبر منتخب ہوئے۔[4] ۹ر جولائی ۱۹۵۴ء میں سکھر میں سچل سرمست کے سالانہ عرس کے موقع پر ''جوہر پارک'' سکھر میں مولائی شیدائی کی زیرِ صدارت ادبی کانفرنس کا انعقاد ہوا، جس میں مختلف مقالات پڑھے گئے اور خیر پور ڈویژن کے فن کاروں نے بھی اس میں حصہ لیا۔ ۱۹۵۹ء میں پاکستان رائٹر گلڈ قائم ہوا اور لطیف اکیڈمی ختم ہوگئی۔ سکھر رائٹر گلڈ کے سیکریٹری آفتاب صدیقی مقرر ہوئے۔ شیخ ایاز، شیخ راز، رشید بھٹی، سید محسن شاہ، حمید عظیم آبادی،

حسن حمید اور مولائی شیدائی اس کے ممبر منتخب ہوئے۔

مولائی شیدائی نے تاریخی لحاظ سے سندھی زبان کی بے پناہ خدمت کی ہے۔ جو کسی تعارف کی محتاج نہیں بلکہ یہ سندھی ادب کے لیے ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ عام تاثر یہ ہے کہ تاریخ نویس زیادہ تر بادشاہوں، امیروں وریئسوں کی مداح کرتے ہیں، لیکن مولائی شیدائی نے ہمیشہ حق اور سچ لکھا، کبھی بھی اپنے قلم کو کسی کی خوشامد کے لیے استعمال نہیں کیا۔[۵] اور سندھی ادب کی خاطر اپنی سرکاری نوکری کو بھی خیر باد کہا۔ ۲۴ گھنٹوں میں ۱۴ گھنٹے لکھنے پڑھنے کا کام کیا کرتے تھے۔ اُن کے پاس جو لوگ آتے تھے وہ ان کے تاریخی کام میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے، ان میں خاص طور پر رشید بھٹی، مقبول صدیقی، پروفیسر رحمت فرخ مجادی، اللہ جڑیو انصاری، ایاز قادری، اسلم مودودی لاہوری، عبدالکریم گدائی، غلام محمد گرامی، برکت علی آزاد، عطا محمد حامی، فیض بخشاپوری، میمن عبدالمجید سندھی اور دیگر اہل قلم اور اہل ذوق حضرات شامل ہیں۔[۶] مشہور و معروف جرمن اسکالر اور ماہر اقبالیات این میری شمل نے بھی ۱۹۷۰ء کی دہائی میں پورا دن مولائی شیدائی کے ساتھ سندھی زبان و ادب، سندھ کی تاریخ سے متعلق گفتگو میں گزارا۔ ۱۹/اگست ۱۹۷۴ء کی شب پاکستان ٹیلی وژن، کراچی نے مولائی شیدائی کے بارے میں ایک نہایت اہم پروگرام نشر کیا جس میں وہ انٹرویو بھی شامل تھا، جو کہ شیدائی منزل میں ریکارڈ کیا گیا تھا۔[۷]

مولائی شیدائی نے سندھ اور بلوچستان کی تاریخ پر بہت کام کیا، بے شمار مقالات لکھے ہیں، جو سندھی اور اردو کے بہت سے اخبارات اور رسالوں میں شائع ہوتے رہے۔ یہ مقالات اور دیگر تصنیفات سندھ کی تاریخ، ثقافت، علما اور صوفیا و بزرگان دین کے حالات زندگی کے تذکروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ صحیح معنوں میں سندھ کے تاریخ دان اور ترجمان تھے، آپ نے سندھ کے قدیم ادوار کی عوامی زندگی کی حالت، سماجی اور معاشرتی باتوں کا ذکر اپنے تحقیقی مقالات اور تاریخی کتب میں جا بجا کیا ہے۔ ان کی نظر میں تاریخ کا علم دوسرے علوم سے زیادہ دل چسپ اور منافع بخش ہے۔ مولائی شیدائی کے تاریخی مقالات اور ان کی تصنیفات کے دل چسپ جائزے سے پہلے تاریخ کے علم اور فن پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے یہ بات اچھی طرح ثابت کی جائے گی کہ مولائی شیدائی تاریخ پر مقرر کی ہوئی مان اور ماپی پر کس نمونے سے کاربند رہے تھے نیز تاریخ کے مروجہ اصولوں کو کس طرح استعمال کیا گیا ہے؟

تاریخ، تہذیب اور تمدن کا آئینہ ہے، جس میں انسانیت کے خدوخال اپنی تمام خوبیوں، خامیوں اور وضاحت کے ساتھ دیکھنے میں آتے ہیں۔ انسانی تہذیب جب اپنے قدم ارتقائی منزل کی طرف بڑھاتی ہے اور اسے کن دشوار گزار مراحل سے گزرنا ہوتا ہے، یہ تمام روداد جب لفظوں کی شکل اختیار کرتی ہے تو تاریخ کا جنم ہوتا ہے۔ دراصل تاریخ ایک ایسا موضوع ہے جس کے ذریعے انسان اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے دنیا اور ملکوں کے حالات کا جائزہ لے سکتا ہے اور ان تجربات سے بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے۔ قوموں کے عروج وزوال، زندگی اور موت کا تعلق تاریخ کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور سچ پوچھیں تو تاریخ ہزاروں سال کے انسانی تجربات کا ایک مجموعہ ہے۔ فنِ تاریخ نگاری اگر ایجاد نہ ہوتا تو ہزاروں سالوں کی انسانی جدوجہد، کارناموں کا احوال اور ان کا انجام وغیرہ کا کچھ اتا پتا نہ ہوتا۔ فنِ تاریخ سے ہر دور میں اقوام اور لوگوں کو خاص دل چسپی رہی ہے۔ اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ انسان کو

اپنے ماضی کے ساتھ انتہائی گہرا اور دلی لگاؤ ہوتا ہے یوں تاریخ ماضی کے احوال کا مطالعہ کرنے کے ساتھ حال کو سمجھنے اور مستقبل کو سنوارنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔ تاریخ یہ بات بھی واضح کرتی ہے کہ بدلتے حالات انسانی زندگی کے معاملات کتنا زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں، لہٰذا تاریخ سے باخبر ہونا ہر باشعور شہری کے لیے بھی بہت ضروری ہے تاکہ اس کی نگاہ میں وسعت اور ذہن میں کشادگی پیدا ہو جائے۔ ایک شہری اور علمِ تاریخ کے درمیان طالب علم اور استاد والا رشتہ قائم ہونا چاہیے۔

سندھ کی یہ بدقسمتی ہے کہ اس وقت تک کوئی بھی جامع مستند اور مرتب کتاب نہیں لکھی گئی۔ اردو، سندھی، عربی، فارسی اور انگریزی میں جو بھی تاریخیں ملتی ہیں ان میں صرف حکمرانوں کی مرضی سے لکھوائی ہوئی باتیں یا کوئی خاص دور کا مختصر احوال دیا گیا ہے، جو کہ فنِ تاریخ کے اصولوں کے سراسر خلاف ہے۔ ایسی تاریخوں میں صرف غیر ضروری اور بے سود باتیں، کرامتیں اور بدعتوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ اسی بددیانتی کو دور کرنے کے لیے مولائی شیدائی نے قلم اٹھایا اور اس مقصد میں کافی حد تک کام یاب بھی ہوئے۔

(۲)

ہمارے پاس سندھ کی جو بھی تاریخیں دست یاب ہیں، وہ ۴۵۰ء سے شروع ہوتی ہیں، ان تاریخوں میں تمدنِ سندھ کو تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا ہے۔ جدید تحقیق کرنے والے آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے ثابت کر دکھایا ہے کہ سندھ کا تمدن پانچ ہزار سال قبل مسیح قدیم ہے، اس تاریخی مغالطے کو دور کرنے کے لیے مولائی شیدائی نے کتاب ''جنت السندھ'' تصنیف کی۔ جس میں سندھی زبان کو محدود اور مختصر ادب کے ساتھ منسلک کرنے کے عمل کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔ ساتھ ہی اس تاثر کو بھی زائل کرنے کی کوشش کی ہے کہ سندھ کی تمدنی تاریخ یہاں کے سیاسی پس منظر میں گم ہوگئی ہے۔ مولائی شیدائی نے مذکورہ کتاب کی تیاری میں جن دیگر کتابوں سے مدد لی ہے ان کی فہرست خاصی طویل ہے۔ نیز کتاب کے مطالعے کو قابلِ فہم بنانے کے لیے نقشہ جات اور تصاویر سے بھی مدد لی گئی ہے جب کہ ماخذ و مصادر کی فہرست اٹھارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ مذکورہ معلومات کو طوالت کے پیشِ نظر اس مقالے میں شامل نہیں کیا جا رہا ہے۔

صوبۂ سندھ حقیقت میں ایشیا و برصغیر اور موجودہ پاکستان کا ایک بڑا تہذیبی صوبہ ہے۔ کچھ مؤرخین نے سیاسی اور مذہبی تعصب کی وجہ سے سندھ دھرتی کو جو کہ تاریخی لحاظ سے بہت اہمیت کی حامل ہے، میں صرف لڑائی جھگڑوں اور فساد کا ذکر کیا ہے، گویا اُن کے نزدیک اسلامی دور محض جاہلیت کا دور تھا۔ بعض انگریز تاریخ دان اس خوش نصیب صوبۂ سندھ کو ناخوش اور بدنصیب وادی کے نام سے پکارتے ہیں، حالانکہ سندھ پورے ایشیا بھر میں ایک زرخیز ملک ہے اور اسے پاکستان میں ریڑھ کی ہڈی جیسی حیثیت حاصل ہے اسی اہمیت کے پیشِ نظر کتاب کا نام ''جنت السندھ'' رکھا۔ ایک جلد پر مشتمل ''جنت السندھ'' کو سندھی پڑھنے والوں کے حلقے میں بے مثل پذیرائی ملی۔ یہ پہلے ۱۹۵۸ء میں سندھی ادبی بورڈ کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی۔ مصنف نے اس میں بادشاہوں، درباریوں چوہدریوں کے قصوں کے بجائے حقائق کو پیش کیا ہے۔ جو نہ صرف آپ کے علمی ذوق کا پتا دیتی ہے بلکہ اس کے ذریعے فنِ تاریخ نگاری کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ حوالہ جات شامل کرنے کے لیے موجودہ اصول و ضوابط اس وقت لازمی نہ تھے بس مصنف کے پیشِ نظر یہ ہوتا تھا کہ کسی طرح بھی اپنی تحریروں کو عوامی بنایا جائے۔ مولائی شیدائی نے ''جنت السندھ'' میں سندھ کے مختلف ادوار کے تمدنی، معاشرتی اور ادبی

محرکات کا اجمالی جائزہ پیش کیا ہے۔اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ مذکورہ تصنیف سے نہ صرف عام قاری بلکہ تاریخ سے شغف رکھنے والے بھی پانچ ہزار سال قبل مسیح سے ۱۸۴۳ء تک کے سندھ میں وقوع پذیر ہونے والے حالات کا بخوبی مطالعہ کر سکتے ہیں۔

آٹھ سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب مختلف تاریخی ادوار کے لحاظ سے آٹھ ابواب پر مشتمل ہے جسے شمس العلما ڈاکٹر عمر بن داؤد پوتہ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔۹ پہلے باب میں سندھ کی قدیم حدود، نام، سندھ میں رہنے والی قدیم اقوام، قدیم تاریخ سندھ پر باہر کی اقوام کا قبضہ، سندھ پر مجوسیت کا اثر گپت خاندان، ہوش کی حکومت، بدھ درہم قوم کا زوال، راجپوت ریاست، سندھ کے بت خانے ہنگلاج وغیرہ کو پیش نظر رکھا گیا ہے جب کہ دوسرے باب میں جو ۶۷ صفحات پر مشتمل رائے گھرانے، سندھ کے شہر، برہمن خاندان، راجہ داھر، پارسیوں کا سندھ اور گجرات میں پہنچنا، عربوں کا ہندوستان پر قبضہ، سندھ کے راجہ کی اسلامی سلطنت سے چھیڑ چھاڑ، عربوں کا سندھ پر قبضہ کرنا، بنوامیہ کا سندھ میں گورنر ہونا (۹ گورنر کا تذکرہ)، عباسی خلافت کا زمانہ، گورنر سندھ پر طاہریوں، ہباریوں اور بندکندہ والے کا قبضہ، سندھ کی عربی ریاستوں، عربی دور میں سندھ کی تہذیب، صنعت وحرفت کا تذکرہ شامل ہے۔کتاب کے تیسرے باب میں جو کہ ۳۱۳ صفحات پر مشتمل ہے، میں ان خارجی قرامطی اور غزنوی خاندان حکومت، ان کی فتوحات اور علم پروری کا، نظام پر قبضہ کا احوال، کے علاوہ سندھ میں اردو کی ابتدا، عربی سندھ قبیلہ، سماٹ قبیلہ اور عربوں کے دور میں ہندو ریاستوں کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے۔آخر میں تغلق، غلام خاندان کا دورِ حکمرانی اور مغلوں کے دور حکومت میں تمدن اور تہذیبی مراکز کا ذکر ہے۔ باب نمبر چہارم ۳۵۵ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں سومرو خاندان، حکومت، اس دور کی عشقیہ داستانیں اور آخر میں متعلقہ دور کے بزرگان اور مشائخ عظام کا تذکرہ موجود ہے۔کتاب کے باب پنجم میں ارغون اور ترخان گھرانے کی حکومت اور اس کے ساتھ اس دور کے تمدن اثرات کا بیان ہوا ہے۔باب ششم، بلوچ اور مغلوں کے ذکر سے شروع ہوتا ہے، اسی باب میں کلہوڑا خاندان کے آغازِ حکومت، ان کے حاکموں اور اس دور کی سیاسی حالت پر تبصرہ موجود ہے۔اسی باب میں تالپوروں کے شجرۂ نسب، بلوچ خاندان کے شجرہ، سندھ میں مغربی سیاحوں کی آمد، اس دور کے معاشی حالات اور نظامِ حکمرانی پر مفصل بحث موجود ہے۔باب ہفتم میں تالپوروں کی حکومت، پر اظہارِ خیال اور حکمرانوں کی فہرست دی گئی ہے۔اس باب میں میروں کا مختلف قبائل کا تذکرہ بھی موجود ہے۔اس کے علاوہ انگریزوں کی سندھ میں آمد، شاہ شجاع کی کاہ، خالصوں اور انگریزوں کے جارحانہ اقدامات، انگریزوں کے عہد نامے اور کھوسہ قبائل کی تھر میں مقبولیت کا بیان اور آخر میں میر مراد علی خان کی وفات کے تذکرے پر باب کا اختتام ہوتا ہے۔آخری باب ہشتم میں انگریزوں کا جنوبی ایشیا پر قبضے کا تذکرہ، میروں کی شکست سے متعلق مفصل بحث اور آخر میں میروں کے دورِ حکومت کی ثقافتی خدمات کو اجاگر کیا گیا ہے اور اسی پر اس کتاب کا اختتام ہوتا ہے۔

آٹھ ابواب پر مشتمل یہ کتاب نہایت کارآمد اور مفید معلومات کا مجموعہ ہے جو سندھ کے اہل ذوق اور مورخین کے لیے بھی کسی خزانے سے کم نہیں یقیناً یہ کتاب آنے والے محقق کے لیے اہم قرار پائے گی۔۱۰

کتاب ''جنت السندھ'' تاریخ کے موضوع پر ایک شاہ کار کی حیثیت رکھتی ہے، جو کہ سندھ میں رہنے والے لوگوں کے لیے ایک تاریخی مادہ ہے۔۱۱ مولائی شیدائی جو کہ اپنے حلقۂ احباب میں ایک نہایت ہر دل عزیز اور پسندیدہ شخصیت کے طور پر جانے جاتے تھے، آپ کے علمی مقام کی اہمیت کے پیش نظر پیر حسام الدین راشدی جو کہ خود بھی سندھ کے مشہور محقق رہے ہیں، نے اپنی تمام تحقیقی و علمی خدمات کو

مولائی شیدائی کے نام سے موسوم کیا ہے۔[۱۲]

الغرض یہ مقالہ مولائی شیدائی کے تعارف پر مشتمل ہے جس میں ان کی تصنیف ''جنت السندھ'' کی روشنی میں ان کے علمی و ادبی کردار کو پیش کیا گیا ہے۔ جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اردو داں طبقے سے آپ کو متعارف کرایا جائے تاکہ وہ سندھ کی اس عظیم علمی شخصیت کے کاموں سے آگاہ ہو سکیں۔ اس حوالے سے یہ پہلا قدم ہے جس سے تحقیق کی مزید راہیں کھلیں گی اور بکھرا ہوا مواد گردش زمانہ کی نذر ہونے سے محفوظ ہو سکے گا۔

حواشی:

۱۔ بروہی اللھنور، ''سکھر کے ہندو مسلمان بزرگ اور مولائی شیدائی حیات''، مولائی شیدائی اکیڈمی، سکھر، ۲۰۰۷ء، ص ۶۵۔

۲۔ عبدالمجید میمن سندھی، ''مولائی شیدائی ایک زندہ دل دوست اور عظیم مؤرخ'' سوانح حیات رحیم داد خان مولائی شیدائی، مصنف اللھنور بروہی، ۲۰۰۷ء، ص ۴۳۔

۳۔ مولائی شیدائی، دیباچہ، ''تاریخ تمدن''، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔

۴۔ شوکت خواجائی، ''رحیم داد خان مولا شیدائی''، مصنف ماہانہ السندھ، شمارہ ۱۰۳، مارچ۔ جون ۲۰۰۵ء، ص ۵۲۔

۵۔ اللھنور بروہی، ''سوانح حیات رحیم داد خان مولائی شیدائی'' مولانا شیدائی اکیڈمی، سکھر، ۲۰۰۷ء، ص ۳۰۔

۶۔ شوکت خواجائی، ''رحیم داد خان مولا شیدائی''، مصنف ماہانہ السندھ، شمارہ ۱۰۳، مارچ۔ جون ۲۰۰۵ء، ص ۵۲۔

۷۔ اللھنور بروہی، ''سکھر کے ہندو مسلمان بزرگ اور مولائی شیدائی کی سوانح حیات''، مولائی شیدائی اکیڈمی، سکھر، ۲۰۰۷ء، ص ۲۷۔

۸۔ مولائی شیدائی، دیباچہ، ''جنت السندھ''، سندھیکا اکیڈمی، کراچی۔ ۲۰۰۸ء، ص ۶۔

۹۔ ڈاکٹر انور فگار ہکڑو، علامہ قاسمی کے ہم عصر علما و مورخین، علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی چیئر، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔ ۲۰۰۸ء، ص ۲۰۱۔

۱۰۔ مولانا غلام محمد گرامی، تبصرہ، ''جنت السندھ''، سہ ماہی مہران، شمارہ ۱، ۱۹۸۵ء، ص ۲۰۰۔

۱۱۔ علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی، ''ایسا شان وشعور''، علامہ غلام مصطفیٰ کے الرحیم میں لکھے ہوئے ایڈیٹوریل، علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی چیئر، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ۲۰۰۵ء، ص ۱۲۹۔

۱۲۔ سید حسام الدین راشدی، ''وہ......دن وہ'' جی ایم سید اکیڈمی، ساہٹت گھر، حیدر آباد، ۲۰۰۵ء، ص ۳۵۔

فہرستِ اسنادِ محوّلہ:

۱۔ بروہی، اللھنور: ۲۰۰۷ء، ''سکھر کے ہندو مسلمان بزرگ اور مولائی شیدائی کی سوانح حیات''، مولائی شیدائی اکیڈمی، سکھر۔

۲۔ بروہی اللھنور: ۲۰۰۷ء، ''سوانح حیات رحیم داد خان مولائی شیدائی'' مولانا شیدائی اکیڈمی، سکھر۔

۳۔ خواجائی، شوکت: ۲۰۰۵ء، ''رحیم داد خان مولا شیدائی''، مصنف ماہانہ السندھ، شمارہ ۱۰۳۔

۴۔ راشدی، حسام الدین، سید: ۲۰۰۵ء، ''وہ......دن وہ'' جی ایم سید اکیڈمی، ساہٹت گھر، حیدر آباد۔

۵۔ شوکت خواجائی، ''رحیم داد خان مولا شیدائی''، مصنف ماہانہ السندھ، شمارہ ۱۰۳۔

۶۔ شیدائی، مولائی: س ن، دیباچہ، ''تاریخ تمدن''، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔

۷۔ ______: ۲۰۰۸ء، دیباچہ، ''جنت السندھ''، سندھیکا اکیڈمی، کراچی۔

۸۔ قاسمی، غلام مصطفیٰ، علامہ: ۲۰۰۵ء، ''ایسا شان وشعور''، علامہ غلام مصطفیٰ کے الرحیم میں لکھے ہوئے ایڈیٹوریل، علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی چیئر، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔

۹۔ گرامی، غلام محمد، مولانا: ۱۹۸۵ء، تبصرہ، ''جنت السندھ''، سہ ماہی مہران، شمارہ ۱۔

۱۰۔ ہکڑو، انور فگار، ڈاکٹر: ۲۰۰۸ء، ''رحیم داد مولائی شیدائی''، علامہ قاسمی کے ہم عصر علما و مورخین، علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی چیئر، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔